© rasailojaraid.com

جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنی عدم موجودگی میں جب حضرت ہارونؑ کو "اپنا" جانشین بنایا تو فرمایا۔

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ (۷:۷) اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں (خلیفہ) میرا جانشین ہو۔

اب ظاہر ہے کہ اگر تنہا خلیفہ کے معنی "میرا جانشین" ہوتا۔ تو اخلفنی میں یائے متکلم بڑھانا خلاف بلاغت تھا امید ہے ان تصریحات۔ اور جو کچھ اس عنوان کے شروع میں گذارش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ خلیفہ فی الارض سے مراد زمین کی سلطنت وحکومت کی جانشینی ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانشینی کہ اُس قادرِ مطلق معبود کو فی الحقیقت کسی نائب کی ضرورت نہیں، کہ نائب ہمیشہ غائب کا ہوتا ہے، حاضر کا نہیں ہوتا۔

الجواب

ماہ گذشتہ کے پرچہ میں جناب پرویز کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حقیقت جن پر جو بحث کی گئی تھی اس سے موصوف کو ایک شکایت پیدا ہوگئی ہے، لہٰذا اس دوسری قسط کا جواب عرض کرنے سے پہلے اس کو رفع کر دینا ضروری ہے۔ شکایت یہ ہے کہ میرے جواب کا انداز ایسا ہے جس سے لوگوں کو معترض کے متعلق یہ بدگمانی ہوسکتی ہے کہ وہ بھی اسی گروہ میں سے ہے جو قرآن مجید کے ارشادات کو دورِ جدید کے معقولات کی کسوٹی پر کستا ہے، اور حقیقت وصداقت کا معیار قرآن کو نہیں خود اپنی عقل اور اپنے اکتسابی علم کو سمجھتا ہے حالانکہ معترض خود اس گروہ پر اعتراض کرنے والوں میں سے ایک ہے اور اس کا مقصد اس بحث سے صرف قرآن مجید کے معانی کو سمجھنا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میرے جواب کا انداز اور اس کی ہمہ گیری جس سے ان کو شکایت پیدا ہوئی ہے، دراصل ایک اور وجہ پر مبنی ہے اور اس کو یہاں وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ نہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب پرویز بلکہ دوسرے حضرات بھی جو میرے پاس اکثر اپنے شبہات و اعتراضات بھیجتے رہتے ہیں، اس قسم کی بحثوں میں میرے مسلک کو سمجھ لیں اور آیندہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

میرا قاعدہ یہ ہے کہ جب میں کسی معترض کے اعتراض پر بحث کرتا ہوں تو اس بحث میں میرا خطاب تنہا اس معترض یا اس کے گروہ کی طرف نہیں ہوتا، بلکہ میں اس کے اعتراض کو محض ایک محرّک قرار دے کر مسئلہ زیر بحث کے ان تمام پہلوؤں پر بیک وقت روشنی ڈال دینا چاہتا ہوں جن میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں کو مختلف قسم کے شکوک لاحق ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ میں نے اس لیے اختیار کیا ہے کہ اگر ایک ایک شخص یا ایک ایک مذہب کی حد تک جواب کو محدود رکھا جائے تو ایک ہی مسئلہ پر کئی کئی مرتبہ بحث کرنی پڑ جائیگی جس سے میرا اور عام ناظرین کا بہت وقت ضائع ہوگا۔ علاوہ بریں لبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معترض جس گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ قلیل التعداد ہوتا ہے، اور ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے جو اس مسئلہ میں کسی دوسرے پہلو سے شکوک رکھتے ہیں۔ مثلاً جنوں کے متعلق شکوک رکھنے والوں میں وہ لوگ بہت کم ہیں جو محض قرآن مجید کے کسی ارشاد یا بعض ارشادات کی بنا پر شک کرتے ہیں۔ برعکس اس کے کثیر تعداد ایسے ہی لوگوں کی ہے جن کے شکوک کی بنیاد دورِ جدید کے "معقولات" یا ان اثرات پر ہے جو غیر ارادی طور پر ان معقولات کی عام اشاعت سے دلوں میں سرایت کر گئے ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اگر تنہا چوہدری صاحب یا ان کی سی ذہنیت کے چند دوسرے حضرات تک خطاب محدود رہتا تو ان کثیر التعداد متشککین کے شکوک و شبہات بدستور باقی رہ جاتے پس افادہ عام کی خاطر یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترض خاص کے جواب میں خطاب عام اور ہمہ گیر ہو تاکہ معترض اور اس کے گروہ کے علاوہ دوسرے گروہوں کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس توضیح کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ آیندہ کسی بحث کے دوران میں کوئی معترض تنہا اپنے آپ کو میرا مخاطب نہ سمجھے گا۔

آئیے اب ہم اپنے اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔

مفہوم خلافت | خلافت کی بحث میں سب سے پہلے ہم کو لغت عرب کی توجہ کرنی چاہیے کہ قرآن کریم اسی لغت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اترا ہے اور الفاظ قرآنی کے صحیح معنی معلوم کرنے کے لیے اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

لغوی تحقیق خلافت کے معنی لغت میں صرف جانشینی او رقائم مقامی کے نہیں ہیں، جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے، بلکہ نیابت کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ امام راغب اصفہانی اپنی مفردات میں لکھتے ہیں۔

والخلافۃ نیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ و اما لتشریف المستخلف۔	خلافت کسی دوسرے کی نیابت ہے، خواہ منوب عنہٗ کی غیر موجودگی کے سبب سے ہو یا اس کی موت کے سبب سے یا اس کے عجز کے سبب سے یا اس شخص کو بزرگی عطا کرنے کے لیے جسے خلیفہ بنایا گیا ہے۔

لین (Lane) نے اپنی مدالقاموس (Arabic english lexicon) میں خلیفہ کے معنی (Successor) کے علاوہ (Vicegerent) کے بھی لکھے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ منوب عنہٗ مرجائے یا غائب ہو۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ خَلَفَ فلانٌ فلانًا قَامَ بِالْاَمْرِ عنہٗ اما معہ و اما بعدہٗ۔ "فلاں شخص فلاں شخص کا خلیفہ ہوا یعنی اس کی طرف سے کارپرداز ہوا خواہ اس کے ساتھ یا اس کے بعد"۔

اس مادے سے جو ابواب مشتق ہوئے ہیں، ان کی خاصیتوں سے اس کے معنی میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے۔ خَلَفَ خِلَافَۃً کے معنی خلیفہ ہونے یا بعد میں آنے یا پیچھے رہنے کے ہیں۔ خَلَفَہٗ خلافۃً کان خلیفتہٗ وبقی بَعْدَہٗ وجاءَ بعدہٗ۔ (تاج العروس) قرآن مجید میں ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ (۷ : ۲۱) یعنی اُن کے بعد ایسے ناخلف آئے یا ان کے جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث ہوئے۔ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ (۷ : ۱۷) اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تو میری قوم کے بعد میرا جانشین یا نائب ہو۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ (۷ : ۱۸)۔ "موسیٰ نے کہا کہ میرے بعد تم میرے بہت برے پس ماندہ رہے"۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَخْلُفُوْنَ (۴۳: ۶) اگر ہم چاہیں تو زمین میں تم میں سے ملائکہ پیدا کریں جو تمہاری جگہ آباد ہوں"

تخلّف کے معنی پیچھے رہ جانے کے ہیں۔ مَاكَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (۹: ۱۵)

اَخْلَفَ کے معنی کھوئی ہوئی چیز واپس دینے یا دلانے یا اس کا بدل عطا کرنے کے ہیں۔ اخلف اللہ لكَ وعليكَ خيرًا ای ابدلكَ بما ذهب عنكَ وعوضكَ عنه (نہایہ ابن اثیر) چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ (۳۴: ۵) اور جو کچھ تم خرچ کروگے تو خدا وہ تمہیں پھر واپس دیگا (یا اس کا بدل عطا کرے گا) اور وُہ بہترین رازق ہے" حدیث میں ہے۔ تكفل اللّٰه للغازى ان يخلف نفقتَهٗ۔ اللہ نے غازی کے لیے ذمہ لیا ہے کہ جو کچھ وہ خرچ کرے گا۔ اللہ اس کا بدل عطا کرے گا۔

خَلَّفَ اور اِستَخلَفَ کے معنی اپنا خلیفہ بنانے کے ہیں یقال خلف فلانًا اذا جعله خليفته كاستخلفه (تاج العروس) اِستَخلَفَ کبکرا اگر مبوب عنہ کی تصریح نہ کیگئی ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اپنا خلیفہ بنایا۔ استخلف فلانًا ای جعله خليفة له اور اگر مبوب عنہ کی تصریح ہو تو پھر معنی یہ ہونگے کہ اس شخص کا جانشین بنایا جس کا ذکر کیا ہے۔ استخلف فلانًا من فلانٍ ای جعله مكانَهٗ (اقرب الموارد) پس جہاں قرآن مجید نے محض استخلاف کا ذکر کیا ہے اور مستخلف لہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا مثلاً لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۴: ۷) میں، تو وہاں استخلاف کے معنی خلافت الٰہی سپرد کرنے کے ہونگے اور جہاں مستخلف لہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہاں معنی یہ ہوں گے کہ دوسرے کی جگہ یا دوسرے کے بعد خلیفہ بنایا لیکن یہ واضح رہے کہ جب کبھی پچھلے نائب کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا نائب مقرر کرنے کا ذکر کیا جائیگا تو اس میں دونوں مفہوم شامل ہوں گے یعنی اس کا یہ مفہوم بھی ہوگا کہ حاکم اعلیٰ نے فلاں شخص کو فلاں کا جانشین بنایا اور یہ بھی کہ اس نے فلاں شخص کو اپنا نائب مقرر کیا۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ استخلف الملك اللورد ارون بعد اللورد ريدنگ فى ولاية الهند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اس کے یہ معنی بھی ہوں گے بادشاہ نے لارڈ ارون کو لارڈ ریڈنگ کے بعد اس کی جگہ ہندوستان کا وائسرائے بنایا اور یہ بھی ہوں گے کہ اس نے ارون کو ریڈنگ کے بعد ہندوستان کی ولایت میں اپنا وائسرائے مقرر کیا۔ ان دونوں مفہوموں میں کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے کہ بیک وقت صادق نہ آسکیں پس اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ کا یہ مفہوم بھی ہے کہ خدا تمہاری جگہ دوسروں کو دیدیگا اور یہ بھی کہ خدا تمہاری جگہ دوسروں کو خلیفہ بنالیگا۔ جہاں تک لغت کا تعلق ہے، کوئی امر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں مفہوم لینے میں مانع نہیں ہے۔

جَعَلَهٗ خَلِيْفَةً کے معنی صرف خلیفہ بنانے کے ہیں خلیفہ کے معنی خواہ نائب کے ہوں یا جانشین کے دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم ایک اضافی مفہوم ہے اور اس کا اتمام بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ کوئی مستخلف لہٗ اور منسوب عنہٗ بھی ہو، عام اس سے کہ مقدر ہو یا مذکور پس جس جگہ جعل خلیفہ کے ساتھ قرآن مجید نے مستخلف لہٗ کی تصریح کردی ہے وہاں تو مفہوم واضح ہے، مثلاً وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ۔ (۷: ۹) اور وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ عَادٍ (۷: ۱۰) اور ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۰: ۲) لیکن جہاں مستخلف لہٗ کی طرف قطعاً کوئی اشارہ نہیں ہے وہاں ایک مستخلف لہٗ مقدر ماننا پڑیگا مثلاً اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (۳۸: ۲) اور وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ (۲۷: ۵) اور وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (۶: ۲۰) اور اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (۲: ۴) سوال یہ ہے کہ وہ مقدر کون ہے۔ اگر آپ پچھلی قوموں یا پچھلے بادشاہوں کو مقدر مانتے ہیں۔ تو قطع نظر اس کے کہ یہ ایک تکلف ہے، بعض آیتوں میں یہ معنے کھپتے ہی نہیں مثال کے طور پر وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ میں خلفاء کو زمین کی طرف مضاف کیا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ زمین کے خلفاء ہے اس میں یہ معنے نکالنے کی کہاں گنجائش ہے کہ زمین پر پہلے جو لوگ متمکن تھے ان کے خلفاء پھر اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کے معنی اگر یہ لیے جائیں کہ "میں پچھلے ساکنین ارض کا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہیں ان ساکنین ارض کا ذکر کیا ہے جن کی خلافت انسان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سپرد کیگئی ہے؟ اگر کیا ہے تو حوالہ پیش کیجیے۔ اگر نہیں کیا تو فرمائیے کہ ایسی صورت میں محض زبان اور ادب کے نقطۂ نظر سے اس فقرے کا یہ مفہوم زیادہ اقرب الی الفہم ہے کہ "میں پچھلے مجہول الحال ساکنین ارض کا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" یا یہ کہ "میں زمین میں اپنا ایک نائب مقرر کرنے والا ہوں"؟ اگر سامع صرف عربی جانتا ہو اور ان عقلی مقدمات سے نا آشنائے محض ہو جنہیں مولانا اسلم جیراجپوری نے ترتیب دے کر ایک نتیجہ اخذ کیا ہے، تو وہ اس فقرے کو سن کر ان دونوں معنوں میں سے کونسا معنی مراد لے گا؟

خلافت میں فرمانروائی کا مفہوم | اس لغوی تحقیق کے بعد میں آپ کو دعوت دونگا کہ آپ خلافت کے اس مفہوم پر غور کیجیے جس کو خود آپ نے اور مولانا اسلم جیراجپوری نے مراد لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

خلیفہ فی الارض سے مراد زمین کی سلطنت وحکومت کی جانشینی ہے

مولانا اسلم جیراجپوری انی جاعل فی الارض خلیفۃ کا ترجمہ "میں زمین میں ایک بادشاہ بنانے والا ہوں" کرتے ہیں اور نوٹ میں لکھتے ہیں۔

"حضرت آدم اپنے سے پہلے ساکنان زمین کے بجائے بادشاہ بنائے گئے تھے"

غور فرمائیے کہ خلافت کے معنی تو محض جانشینی یا قائم مقامی یا بعد میں آنے کے ہیں پھر اس میں بادشاہی اور فرمانروائی کا مفہوم کہاں سے آگیا؟ اگر نفس خلافت اس مفہوم سے خالی ہے اور یقیناً خالی ہے تو اس میں یہ مفہوم اس اعتبار ہی سے آسکتا ہے کہ خلیفہ کو خلافت کسی فرمانروا اور کسی سلطان سے ملی ہو۔ پھر جب انسان کو وہ خلافت ملی جس میں خود آپ کے اعتراف کے مطابق سلطنت و فرمانروائی کی جھلک ہے تو لا محالہ یہ ماننا پڑیگا کہ انسان جس کا خلیفہ ہوا وہ کوئی فرمانروا تھا۔ اب فرمائیے کہ کیا قرآن سے یا علمی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان سے پہلے زمین پر کوئی ایسی مخلوق تھی جس میں فرمانروائی کی شان تھی؟ فرمانروائی کے لیے یہ علم، حکمت، اختیار، ارادہ، قدرت وغیرہ صفات کا ہونا ضروری ہے کہ ان کے بغیر زمین اور اس کی موجودات پر فرمانروائی نہیں ہوسکتی۔ علمی تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ اس کرۂ خاکی پر انسان سے پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی مخلوق ایسی موجود نہ تھی جو ان صفات سے متصف ہوتی۔ اسی کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے وہ ہم کو بتاتا ہے کہ انسان سے پہلے خدا کی جو مخلوق سب سے افضل تھی یعنی ملائکہ (جن کو عباد مکرمون کہا گیا ہے) اس کا بھی یہ حال تھا کہ وہ علم اشیاء سے بے خبر تھی (ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ قَالُوا۟ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ (۲: ۴) اور ارادہ واختیار کی آزادی سے بالکل محروم تھی (لَا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۶۶: ۱) دوسری مخلوق جن تھے، سو ان کے متعلق کوئی بات قرآن مجید نے ایسی بیان نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کو زمین کی فرمانروائی حاصل تھی۔ رہے حیوانات و نباتات و جمادات، تو ان کا حال آپ جانتے ہیں پھر آخر وہ کونسی مخلوق تھی جس کی خلافت، زمین کی فرمانروائی کے اعزاز کے ساتھ انسان کو حاصل ہوئی ؟

تاہم اگر مان لیا جائے کہ یہ پرانے ساکنین ارض ہی کی خلافت ہے اور وہ ساکنین ارض انسان سے پہلے زمین کے فرمانروا تھے، تو کیا وہ بالاصالت فرمانروا تھے، یا ان کی فرمانروائی بھی خلیفانہ تھی؟ پہلی شق تو آپ اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسلامی عقیدہ کی رو سے بالاصل اور بالذات فرمانروا صرف حق تعالیٰ ہے، اور اس کے سوا سب کی فرمانروائی محض عطائی ہے۔ اب رہی دوسری شق تو اس کو اختیار کرنے کی صورت میں یا تو آپ کو خلافت در خلافت کا ایک لامتناہی سلسلہ ماننا پڑیگا۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ فرمانروائی کی شان خواہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی خلفاء کو ملی ہو، بہرحال اس کا سرچشمہ وہی ذات حق تعالیٰ ہے۔ اور خلافت میں بادشاہی کی جھلک اسی وقت آسکتی ہے جبکہ وہ خلافت الٰہی ہو۔

قرآنی اشارات | اب میں آپ کو ان قرآنی اشارات کی طرف توجہ دلاؤں گا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جس خلافت سے سرفراز کیا گیا ہے، وہ دراصل خلافت الٰہی ہے۔

قرآن مجید کا بیان ہے کہ خدا نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا (لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسٰنَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۹۵:۴) اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (۳۸: ۵) اس میں اپنی روح پھونکی ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۳۲: ۱) اس کو علم کی نعمت سے سرفراز کیا وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲: ۴) اس کے لیے زمین و آسمان کی چیزوں کو مسخر کر دیا وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ (۴۵: ۲) ان صفات کے ساتھ جب انسان کی تخلیق پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے آگے سجدہ کریں۔ سورۂ صٓ کے آخر میں اس حکم کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ خاص طور پر قابلِ غور ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (۳۸: ۵)

جب کہ تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو پورا بنا لوں اور اس کے اندر اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر جانا چنانچہ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار اور استکبار کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس کس چیز نے تجھے اس کو سجدہ کرنے سے منع کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے تونے آیا یہ تکبار کیا ہے یا تو واقعی بڑے لوگوں میں سے ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔ اس پر اللہ نے فرمایا کہ تو ہماری بارگاہ سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کو سجدہ کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا۔ یعنی وہ قدرت و صنعت الٰہی کا مظہر اتم تھا، اور اس کے اندر خود اپنی روح کا کچھ حصہ پھونکا تھا، یعنی ایک محدود پیمانے پر اس میں وہ صفات پیدا کر دی تھیں جو بدرجۂ فوق التمام خود باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ اس شان اور ان صفات پر آدم کو پیدا کرنے کے بعد اعلان کیا گیا کہ ہم اس کو زمین میں خلیفہ بنانے والے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ کے چوتھے رکوع میں ارشاد ہوا ہے۔ فرشتوں نے اس کے مقابلہ میں اپنے حقوق پیش کیے تو ان کے سامنے آدم کی سب سے افضل صفت یعنی علم کا مظاہرہ کرایا گیا۔ اور جب خلافت کیلیے اس کا استحقاق ثابت کر دیا گیا تو فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ اس کی خلافت تسلیم کرو اور علامت تسلیم کے طور پر اسے سجدہ کرو۔ تمام فرشتوں نے اسے تسلیم کیا اور سربسجود ہو گئے مگر شیطان نے اس کی خلافت ماننے سے انکار کیا، اس لیے اس کو راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔

یہ تمام اشارات کیا ظاہر کر رہے ہیں؟ تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت کا اظہار کیا جاتا ہے، عام مقابلہ میں اس کی فضیلت ثابت کی جاتی ہے، بتایا جاتا ہے کہ وہ ہماری صفات کا مظہر اتم ہے، اور ہم نے اس میں اپنی روح کا کچھ حصہ پھونکا ہے، حکم ہوتا ہے اور وہ بھی کس کو؟ فرشتوں کو کہ اس کو سجدہ کرو، ان سب باتوں کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم اس کو خلیفہ بنانے والے ہیں ان طیاریوں کے ساتھ جس خلیفہ کی خلافت کا اعلان کیا گیا، کیا وہ پرانے ساکنین ارض کا خلیفہ ہو سکتا تھا؟ اگر بات صرف اتنی تھی کہ پرانے بسنے والوں کی جگہ کسی دوسرے کو بسایا جا رہا تھا تو اس کے لیے فرشتوں کے سامنے خلافت کا اعلان کرنے، اور اس کی فضیلت کا مظاہرہ کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر ملائکہ کو یہ حکم کیوں دیا گیا کہ اس کرۂ خاکی کے نو آباد کار کو جو فقط دوسرے لوگوں کی جگہ لینے کے لیے جا رہا تھا، سجدہ کریں؟

خلافت الٰہی سے مراد کیا ہے دوسری بات جو قرآن مجید میں ایک اور موقع پر ارشاد ہوئی ہے خلافت الٰہی کے مفہوم پر صاف روشنی ڈالتی ہے فرمایا کہ:-

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا — پیش کیا تھا مگر انہوں نے اس کا بار اٹھانے سے انکار کیا اور
وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا — اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک وہ ظالم
(۳۳ . ۹) اور انجام سے بے خبر تھا۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم اپنی مخلوقات میں سے کسی کو فرمانروائی کے کچھ اختیارات اور ذمہ داریاں تفویض کرنا چاہتے تھے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات تھیں انھوں نے زبان حال سے ظاہر کیا کہ وہ اس امانت کو اٹھانے کے اہل نہیں ہیں آخرکار انسان آیا اور اس نے یہ بار اٹھالیا اس سے متعدد نکات نکلتے ہیں

(۱) انسان سے پہلے زمین و آسمان میں جتنی مخلوقات تھیں ان میں سے کوئی بار امانت کا متحمل نہ تھا انسان پہلی مخلوق ہے جس نے امانت الٰہی کا بار اٹھایا لہٰذا منصب امانت میں وہ کسی مخلوق کا جانشین (Successor) نہیں ہے۔

(۲) جس چیز کو سورۂ بقرہ میں خلافت کہا گیا ہے وہ یہی امانت ہے۔ کیونکہ وہاں فرشتوں پر ثابت کیا گیا تھا کہ تم خلافت کے اہل نہیں ہو اس کا اہل انسان ہے اور یہاں فرمایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ہماری امانت کا بار اٹھانے کی اہل نہ تھی۔ صرف انسان اس کا متحمل ہوا۔

(۳) خلافت کے مفہوم کو امانت کا لفظ واضح کر دیتا ہے، اور یہ دونوں لفظ، نظام عالم میں انسان کی صحیح حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انسان زمین کا فرمانروا ہے، مگر اس کی فرمانروائی بالاصالت نہیں ہے بلکہ تفویض کردہ (Delegated) ہے لہذا اللہ نے اس کے اختیارات مفوضہ (Delegatod powers) کو امانت سے تعبیر کیا ہے، اور اس حیثیت سے کہ اس کی طرف سے ان اختیارات مفوضہ کو استعمال کرتا ہے اسے خلیفہ (Vicegerent) کہا ہے جس کے اصطلاحی معنے یہ ہیں کہ وہ شخص جو کسی کے بخشے ہوئے اختیارات کو استعمال کرے (Person exercising delegatod power)

(باقی)

© rasailojaraid.com